تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

ایمان کی سترؔ شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر14)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ(البقرۃ:154)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

(درثمین)

سامعین! خاکسار آج ایمان کی جو تین شاخیں بیان کرنے جارہا ہے اُن میں پڑوسی کی عزت، پردہ پوشی اور مصائب پر صبر شامل ہیں۔

پڑوسی کی عزت کرنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ(النساء:37)

یعنی رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں کے ساتھ بیٹھنے والے لوگوں (اور دوستوں) سے محبت اور پیار کا تعلق قائم کرو۔

پڑوسیوں سے اچھے تعلقات رکھنا اور دکھ سکھ میں ان کے ساتھ شریک ہونا ایک مسلمان کا بنیادی فرض ہے اور اُس کے ایمان کا حصّہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کا خیال رکھنے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَاءَھَا وَتُجَاھِدْ جِیرانَكَ

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

یعنی جب کبھی تم اچھا سالن بناؤ تو اس کا شوربہ کچھ زیادہ کر لیا کرو اور اپنے پڑوسی کا بھی خیال رکھو یعنی کسی نہ کسی پڑوسی کو بھی اس میں سے سالن بھجواؤ۔ اِس طرح کرنے سے ایک دوسرے سے اخوّت اور محبت بڑھتی ہے۔

ایک صحابیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کس طرح معلوم ہو کہ مَیں اچھا کر رہا ہوں یا بُرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھو کہ تم اچھا کر رہے ہو اور جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم بڑے بُرے ہو سو سمجھ لو کہ تمہارا رویہ بُرا ہے۔

(ابنِ ماجہ ابواب الزھد)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جبرائیل (علیہ السلام) مجھے پڑوسی کے حق کے بارے میں اس قدر وصیّت کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

(صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرے۔

(مسلم)

پڑوسی کو کسی بھی قسم کی ضرورت ہو اُس کی مدد کرنا ایک مؤمن پر فرض ہے۔ اگر وہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کو جائے اور اگر فوت ہو جائے تو اُس کی نماز جنازہ میں شامل ہو کر اُس کی مغفرت کی دعا کرے۔ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں یہاں تک حکم ہے کہ اپنے گھر کی دیوار اس کی اجازت کے بغیر اتنی اونچی نہ کی جائے کہ اس کے گھر کی ہوا رک جائے۔

گھر سے باہر نکلتے ہی ہمارا سب سے زیادہ آمنا سامنا ہمسایوں سے ہوتا ہے۔ یہاں یورپین ممالک میں ہمسائیگی کا وہ تصوّر نہیں جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ یہاں سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہیں کوئی ایک دوسرے کا حال بھی نہیں پوچھتا اور بعض اوقات اکیلے رہنے والے بزرگ فوت ہو جاتے ہیں کئی کئی دن ساتھ والے ہمسائے کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ تو اسلام چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ ایک دوسرے کی خبر گیری کرو اور جب عزت اور خلوص کے ساتھ پڑوسی سے ملیں گے، تو اُس پر بھی ایک اچھا تاثر پڑے گا۔

پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصّہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربہ زیادہ کر لو تا کہ اسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے، اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” پھر معاشرے کی سلامتی، صلح اور محبت کی فضا پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ہمسایوں سے اچھا سلوک کرو اور صرف رشتہ دار ہمسایوں سے اچھا سلوک نہیں کرنا کہ اس میں 100 فیصد بے نفسی اور صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے حسن سلوک نظر نہیں آتا بلکہ غیر رشتہ داروں سے بھی کرنا ہے۔ یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک میں تو پسند اور ناپسند کا سوال آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اس کا تو تب پتہ لگے گا کہ غیروں سے بھی حسن سلوک کرو۔ جو غیر رشتہ دار ہمسائے ہیں ان سے بھی حسن سلوک کرو۔ ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر تلقین کی گئی، اس قدر تواتر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اب ہمسائے ہماری وراثت میں بھی حصّہ دار بن جائیں گے۔ تو ہمسائے کی یہ اہمیت، یہ احساس دلانے کے لئے ہے کہ اس کا خیال رکھنا، اس سے حسن سلوک کرنا، اس کی ضروریات کو پورا کرنا بہت اہم ہے۔ کیونکہ یہ بھی ہمسائے ہیں جو گھر کی چاردیواری سے باہر قریب ترین لوگ ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے سے حسن سلوک نہ کریں، ایک دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بنیں، تو جس گلی میں یہ گھر ہوں گے جہاں حسن سلوک نہیں ہو رہا ہو گا تو وہ گلی ہی فساد کی جڑ بن جائے گی۔ اس گلی میں پھر سلامتی کی خوشبو نہیں پھیل سکتی۔“

(خطبہ جمعہ یکم جون 2007ء)

پردہ پوشی کرنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۚ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا (الحجرات:13)

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظنّ سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظنّ گناہ ہوتے ہیں اور تجسّس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

سامعین! دنیا میں کوئی انسان نہیں جو ہر عیب سے ہر لحاظ سے پاک ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ستّار ہے جو ہماری پردہ پوشی کرتی ہے۔ اگر انسان کی غلطیوں کی، کوتاہیوں کی، گناہوں کی پردہ دری نہ ہو تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ لہٰذا کسی میں اگر کوئی عیب دیکھیں تو بجائے اس عیب کو پھیلانے کے، دوسروں کو بتانے کے ہر ایک کو استغفار کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ہمارے اندر بھی جو بے شمار عیب ہیں وہ کہیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ اگر نیک نیّت سے انسان دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بنتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے یکا و تنہا چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجات پوری کرتا جاتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مصائب میں سے ایک مصیبت کم کر دے گا اور جو کسی مسلمان کی ستّاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستاری فرمائے گا۔"

(ریاض الصالحین باب فی قضاء حوائج المسلمین)

ایک اور جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کے کسی عیب کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب کو ڈھانپ دے گا اور ستّاری فرمائے گا۔ اور جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ دری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب اور ننگ کو اس طرح ظاہر کرے گا کہ اس کے گھر میں اس کو رسوا کر دے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب الستر علی لمومن دفع الحدود)

پردہ پوشی کو اللہ تعالیٰ بغیر اجر کے نہیں چھوڑے گا اور قیامت کے دن اس کا اجر دے گا۔

سامعین! بُرائی کو اِدھر اُدھر لوگوں میں بیان کرنے سے بُرائی مزید پھیلتی ہے اور اِس سے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لینے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے بُرائی کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے بُرائی پھیلتی ہے اور یہ تجربے میں بات آئی ہے کہ دیکھا دیکھی بہت سی بُرائیاں پھیلتی ہیں اور اسی بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

"اگر تو لوگوں کی کمزوریوں کے پیچھے پڑے گا تو انہیں بگاڑ دے گا، یا ان میں بگاڑ کی راہ پیدا کر دے گا۔"

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما فی النھی عن التجسّس)

اس حدیث میں اُن لوگوں کے لیے خاص طور پر سبق ہے جو اس میں ان لوگوں کے لئے جو تجسّس کر کے دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں یا ان کے عیبوں اور کمزوریوں کو پھیلاتے ہیں۔ اُن کو سمجھایا گیا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ اس طرح تم شاید کوئی اصلاحی کام کر رہے ہو بلکہ بگاڑ پیدا کر رہے ہو۔ دوستی میں بھی پردہ داری بہت ضروری ہے بعض اوقات دوست ایک دوسرے سے اپنی تکلیف، خوشی یا اپنی کچھ ذاتی باتیں شیئر کر لیتے ہیں تو اِس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ اُس کی اجازت کے بغیر وہ باتیں باہر نہ بیان کی جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ

" میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مَیں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لومۃ لائم لوگوں کی ملامت کے بغیر کسی خوف کے بغیر اسے اٹھا کر لے آئیں گے"۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہئے اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمّل کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔"

(سیرۃ طیّبہ صفحہ 56)

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے یہ بھی اپنی روایت میں لکھا ہے کہ آگے یہ بھی آپؐ نے فرمایا تھا کہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تا کہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔ اور آپ نے جماعت کو یہ نصیحت کی ہے کہ جماعت کے فرد بھی ایک خاندان کی طرح ہیں۔ تمہارے بھائی ہیں، آپس میں بھائی بن کر رہو اور ایک دوسرے کے عیبوں کو چھپاؤ۔ (سیرۃ طیّبہ صفحہ 56)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اسلام نے ہمیں (مسلمانوں کو) آپس میں گھل مل کر رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ معاشرے میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرو، آپس میں محبت اور پیار سے رہو، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو اور انسان سے کیونکہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں، اس لئے اپنے ساتھیوں، اپنے بھائیوں، اپنے ہمسایوں یا اپنے ماحول کے لوگوں کے لئے ان کی غلطیاں تلاش کرنے کے لئے ہر وقت ٹوہ میں نہ لگے رہو، تجسّس میں نہ لگے رہو کہ کسی طرح مَیں کسی کی غلطی پکڑوں اور پھر اس کو لے کر آگے چلوں۔ یہ بڑی لغو اور بیہودہ حرکت ہے..... اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ کہتا ہے کہ ان بیہودگیوں اور ان لغویات سے بچو اور اس زمانے میں، آج کل حقیقی اسلام کا نمونہ دکھانے والا اگر کوئی ہے یا ہونا چاہئے تو وہ احمدی ہے۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ کسی کے عیب اور غلطیاں تلاش کرنا تو دُور کی بات ہے اگر کوئی کسی کی غلطی غیر ارادی طور پر بھی علم میں آجائے تو اس کی ستّاری کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی ایک عزت نفس ہوتی ہے۔ اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دوسرے اگر کوئی بُرائی ہے، حقیقت میں کوئی ہے تو اس کے اظہار سے ایک تو اس کے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہوں گے دوسرے دوسروں کو بھی اس بُرائی کا احساس مٹ جاتا ہے، جب آہستہ آہستہ بُرائیوں کا ذکر ہونا شروع ہو جائے اور آہستہ آہستہ معاشرے کے اَور لوگ بھی اس برائی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہوسکتی ہوں، ان کی تشہیر نہیں کرنی، ان کو پھیلانا نہیں ہے۔ دعا کرو اور ان بُرائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس بُرائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19/نومبر 2004ء)

مصائب پر صبر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرۃ:154)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سامعین! مشکلات اور تکالیف ہر انسان کی زندگی کا حصّہ ہیں لیکن ایک مؤمن کی نشانی ہے کہ وہ مشکلات پر صبر کرتا ہے۔ آزمایا جانا بھی اللہ کی سنت ہے۔ اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے اور ایک مؤمن اگر صبر کرتا ہے، دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے انعام کا بھی وعدہ کیا ہے۔ انسان کی زندگی میں بہت سے مسائل آتے ہیں جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ذاتی طور پر بہت سی دنیاوی مشکلات میں سے انسان گزرتا ہے۔ ایسے حالات آتے ہیں جہاں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ مال، اولاد اور دنیاوی چیزوں کا نقصان ہوتا ہے۔ یا تو دنیادار روپیٹ کر ایسے حالات میں یہ نقصان برداشت کرلیتا ہے اور اکثر میں تو یہ برداشت نہیں ہوتا اور وہ مایوس ہو کر کفر کے کلمات منہ سے نکالنے لگ جاتے ہیں کئی کفریہ کلمات اور اللہ تعالیٰ سے شکوے کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن ایک مؤمن کا ایمان ہوتا ہے کہ مصائب اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور وہی اُن کو حل بھی کرے گا تو وہ دعا کے ساتھ صبر کرتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کا تمام معاملہ خیر پر مشتمل ہے اور یہ مقام صرف مؤمن کو حاصل ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو یہ اس پر شکر بجالاتا ہے، الحمدللہ پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو یہ امر اس کے لئے خیر کا موجب ہوتا ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ صبر کرتا ہے تو یہ امر بھی اس کے لئے خیر کا موجب بن جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب المؤمن امرہ کلّہ خیر حدیث 7500)

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، بے چینی، تکلیف اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی بعض خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المرضی باب ما جاء فی کفارۃ المرض حدیث 5641)

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرّب بندوں کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے اور دشمن کو پکڑتا ہے جو اس کو تکلیف اور نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع حدیث 6502)

سامعین! جس معاملے کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لے لے تو اُس معاملہ کو بندے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکنے والوں اور صبر کرنے والوں کے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے بلکہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت بخشتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر حدیث 2325)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

" کون ہے جو اپنے آپ کو دکھ میں ڈالنا چاہتا ہے؟ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے انسانی تکمیل کے واسطے ایک دوسری راہ رکھ دی اور فرمایا وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ۔ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ (البقرۃ:157-156) ہم آزماتے رہیں گے تم کو کبھی کسی قدر خوف بھیج کر، کبھی فاقہ سے، کبھی مال، جان اور پھلوں پر نقصان وارد کرنے سے۔ مگر ان مصائب شدائد اور فقر و فاقہ پر صبر کر کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ کہنے والے کو بشارت دے دو کہ ان کے واسطے بڑے بڑے اجر، خدا کی رحمتیں اور اس کے خاص انعامات مقرر ہیں۔ دیکھو ایک کسان کس محنت اور جانفشانی سے قلبہ رانی کر کے زمین کو درست کرتا۔ پھر تخم ریزی کرتا۔ آبپاشی کی مشکلات جھیلتا ہے۔ آخر جب طرح طرح کی مشکلات، محنتوں اور حفاظتوں کے بعد کھیتی تیار ہوتی ہے تو بعض اوقات خدا کی باریک در باریک حکمتوں سے ژالہ باری ہو جاتی یا کبھی خشک سالی ہی کی وجہ سے کھیتی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ غرض یہ ایک مثال ہے ان مشکلات کی جن کا نام تکالیف قضا و قدر ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو جو پاک تعلیم دی گئی ہے وہ کیسی رضا بالقضا کا سچا نمونہ اور سبق ہے اور یہ بھی صرف مسلمانوں ہی کا حصہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 414-413 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ایک مومن کو صبر کے معنی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ صبر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان کسی نقصان پر افسوس نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نقصان، کسی تکلیف کو اپنے اوپر اتنا وارد نہ کر لے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھے اور مایوس ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی عملی طاقتوں کو استعمال میں نہ لاوے۔ پس ایک حد تک کسی نقصان پہ افسوس بھی ٹھیک ہے، کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی ایک نئے عزم کے ساتھ اگلی منزلوں پر قدم مارنے کے لئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کا عزم اور عمل ضروری ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صبر کرنے والے کو ہی دعا کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ دعا فوری قبول کر لیتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی وجہ سے دعا قبول نہیں کرتا۔ لیکن مومن کا کام ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پر شکوہ نہ کرے۔ یہی حقیقی صبر ہے اور جب ایسی صبر کی حالت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب نوازتا ہے، انعامات دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 2؍ اکتوبر 2015ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡